جدید مالیاتی ادارے اور تقسیم زکوٰۃ

Modern Financial Institutions & Distribution of Zakat

ڈاکٹر محمد ادریس مفتی *

ABSTRACT

One of the main features of the property that Islam does not allow the wealth is concentrated around few peoples; any group or class of society, but according to Islamic point of view money should be in circulation so that poor class of the society could enjoy this blessing from Almighty Allah.

Zakat Distribution System is a system of fair procedure for this world by Islam; if it is implemented with true spirit of Islam it can end poverty from the society. Islam obligate rich people of the society to distribute Zakat from their wealth amongst poor people however Islam has ordered not to receiver Zakat more than their needs so that it could be distribute to other poor people of the society.

Zakat is an important and has significance in Islam. Islamic law imposed the duty on the Islamic government to collect Zakat from the rich and distribute it to the poor of the society, which caused not only undermined the dignity of the poor.

Islamic law imposed the duty on Islamic government to take steps of receiving Zakat. If the government imposed the proper procedures in current banks and other financial institutions to receive Zakat from the rich people of the society and distribute it amongst the poor of the society than it could help to get rid of poverty from the society and it also help for the stability of the economy of any Country?

Keywords: Distribution of Zakat, Money Circulation, Modern financial institutions, stability of the economy, duty of government.

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ماڈل کالج برائے طلباء، آئی ٹین ون اسلام آباد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام کی بنیادی خصوصیات میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اسلام دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جانے کی اجازت نہیں دیتا، اور نہ ہی کسی گروہ یا خاص طبقے کے افراد کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ معاشرے کی ساری دولت پر مسلط ہو کر اس کا خزانہ بنائے، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق دولت کو مسلسل گردش میں رہنا چاہئے تاکہ معاشرے کے غریب طبقے کے افراد بھی اس نعمت خداوندی سے مستفید سکیں۔

اسلام کا نظام زکوٰۃ ایک ایسا منصفانہ نظام تقسیم ہے کہ اگر اس پر صحیح طریقے سے عمل کیا جائے تو معاشرے سے کافی حد تک غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے، اسلام نے ایک طرف اگر امیر کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ اپنے مال کا متعین حصہ راہ خداوندی میں دے تو دوسری طرف زکوٰۃ وصول کرنے والے کو بھی اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ وصولیابی میں کسی قسم کی کوئی زیادتی یا بے انصافی کا ارتکاب نہ کرے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ﴾(۱)

ترجمہ: اور ان کے مال میں حصہ مانگنے والوں کا اور محروموں کا۔

علامہ ابن عاشور التونسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَوْجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ هَذَا الْحَقَّ وَسَمَّاهُ حَقًّا كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ"(۲)

ترجمہ: اسلام نے آکر مسلمانوں پر اپنے اموال میں سے ایک متعین حصے کو راہ خدا میں دینا واجب کر دیا، اور اس کو حق کے نام سے موسوم کر دیا۔

اور یہی حق حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق زکوٰۃ ہے، چنانچہ ابو حفص سراج الدین ابن عادل رحمۃ اللہ علیہ "تفسير اللباب في علوم الكتاب" میں تحریر فرماتے ہیں: "قال قتادة وابن سيرين رحمه الله عليه يريد زكوة المفروضة"(۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گویا شریعت کے رُو سے زکوٰۃ دینے والا فقیر پر کوئی احسان نہیں کرتا، بلکہ یہ امیروں کے اموال میں غریبوں کے لئے ایک مقرر شدہ حصہ ہے، جس کی ادائیگی ہر حال میں ان کے ذمہ ضروری ہے، دوسری طرف اسلام نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو بھی پابند کیا ہے کہ وہ اس وصولی میں کوئی زیادتی نہ کریں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے 'السنن الکبریٰ' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: ((الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا))[۴] (زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرنیوالا زکوٰۃ ادانہ کرنے والے کی طرح گناہگار ہے)۔

جتنا زکوٰۃ کا نظام اہمیت کا حامل ہے، اتنا ہی شریعت نے اس نظام کو شفاف بنانے کی تاکید کی ہے، چنانچہ شریعت نے اسلامی حکومت کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ امیروں سے زکوٰۃ وصول کرکے غریبوں پر تقسیم کرے، جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ غریبوں کی عزت نفس مجروح ہونے سے بچے گی، بلکہ امیروں کو بھی اس حکم کے ماننے سے روگردانی کا موقع نہیں ملے گا۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾[۵]

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقات لے لیا کریں۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "ظاهرقوله تعالى﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾ **توجب أخذ الزكوة مطلقا للإمام**"[۶] (اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے زکوٰۃ کی وصولی مطلقاً (اموال ظاہرہ کا زکوٰۃ ہو یا باطنہ کا) واجب ہے)۔

اسی طرح علامہ البابرتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ظاهرقوله تعالى﴿**خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ**﴾**يثبت للإمام حق الأخذ من كل مال**"[۷] (اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے لئے ہر قسم زکوٰۃ کی وصولی ثابت ہے)۔

یعنی شریعت نے حکومت وقت کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے اقدامات کرے، موجودہ دور کے بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں زکوٰۃ کا نظام صحیح طریقہ سے نافذ ہو جائے اور حکومت وقت باقاعدگی سے خود ان اداروں سے زکوٰۃ وصول کرکے مستحقین کو دینے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا اہتمام کرے تو یقیناً اس سے نہ صرف یہ کہ غربت و افلاس کا خاتمہ ہو سکتا ہے بلکہ ملکی معیشت کی استحکام کی طرف بھی ایک اہم پیش رفت ثابت ہو گی، کیونکہ ہمارے زمانے میں نظام زکوٰۃ کے عملی نفاذ کی اہمیت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، آج جبکہ ہر طرف سے سرمایہ دارانہ نظام نے ہمارے ملک کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے ایک طرف اگر امیر روز بروز امیر سے امیر تر ہوتا جارہا ہے تو دوسری طرف غریب سطح انسانی سے بھی نچلی زندگی گزارنے پر مجبور ہو رہا ہے، قومی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ رہی ہے، جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام کی خاصیت ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں نظام زکوٰۃ کا مالیاتی اداروں میں عملی نفاذ نہ صرف امر خداوندی کی بجا آوری ہے، بلکہ ایک بہت بڑی انسانی خدمت بھی ہے، زیر نظر مقالہ میں زکوٰۃ کی مالیاتی اداروں میں عملی نفاذ کے بارے میں پیدا ہونے والے اشکالات کے حل کے متعلق بحث کریں گے۔

اموال ظاہرہ اور باطنہ کی تعریف:

اموال ظاہرہ اور باطنہ کی تعریف کرتے ہوئے محمد بن المختار الشنقیطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أموال ظاهرة وأموال باطنة،الأموال الظاهرة عندهم كالزروع والدواب والمواشي والعقارات ونحوها من المنقولات الأخرى، وهى تكون في المثمونات، وأما الأموال الباطنة فهي في الذهب والفضة"(۸)

ترجمہ: فقہاء کے ہاں اموال ظاہرہ کھیتیاں، چوپائے، مویشی، زمینیں اور اس جیسی دیگر منقولی اشیاء ہیں، اور اموال باطنہ سونا، چاندی وغیرہ ہیں۔

اسی طرح علامہ الماوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أما زكوة الفطر فقد قال أصحابنا و هي جارية مجرى زكوة الأموال الظاهرة كالزروع والثمار والمواشي...(۹)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیتیاں، چوپائے اور دیگر منقولی اشیاء اموال ظاہرہ جبکہ سونا، چاندی اور نقدی وغیرہ اموال باطنہ ہیں۔

حکومت کو کس قسم کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اب یہاں پر یہ امر وضاحت طلب ہے کہ گورنمنٹ کو شریعت نے کس قسم کے اموال کی زکوٰۃ کی وصولی کا حق تفویض کیا ہے؟ آیا دونوں قسم کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے یا صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا؟

جناب نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور آپ ﷺ کے بعد حضرات شیخین رضی اللہ عنہما زمانے میں دونوں قسموں کے اموال (اموال ظاہرہ وباطنہ) کی زکوٰۃ حکومت وصول کیا کرتی تھی۔

بعد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور اسلامی فتوحات میں وسعت پیدا ہونے لگی اور دور دراز کے علاقے فتح ہونے لگے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کہ اگر اموال باطنہ کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے گی تو اس سے لوگوں کے نجی مقامات کی تلاشی لینی پڑے گی، اور شخصی مقامات کی تفتیش کی وجہ سے لوگوں کو نہ صرف یہ کہ تکلیف ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی فتنہ پیدا ہو جائے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمادیا کہ حکومت صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کریگی، اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ مالکان خود ادا کریں، لیکن یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ فقہاء کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ امام کا حق اموال باطنہ سے زکوٰۃ کے حصول میں بالکلیہ ختم نہیں ہوا ہے، بلکہ اب بھی اگر حکومت وقت اگر کسی مصلحت کے تحت یا کسی ضرورت کی وجہ سے سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ظاهرقوله تعالى:﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾الآية توجب حق أخذ الزكوة مطلقا للإمام وعلى هذا كان رسول اللهصلى الله عليه وسلم والخليفتان بعده فلما ولي عثمان وظهر تغيرالناس كره ان تفتش السعادة على الناس مستور أموالهم وفوض الدفع إلى الملاك نيابة عنه ولم تختلف الصحابة عليه فى ذلک و هذا لايسقط طلب الإمام أصلا ولذا لوعلم أن أهل بلدة يؤدون زكوتهم طالبهم بها......"(۱۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "وهذا لايسقط طلب الإمام أصلا" سے اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ امام کا حق اموال باطنہ سے زکوۃ کی وصولی کا ختم نہیں ہوتا۔

اسی طرح علامہ عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لأن الأخذ كان للإمام وعثمان فوضه إلى الملاك وذلك لايسقط حق طلب الإمام حتى لو علم أن أهل بلدة يؤدون زكاتهم طالبهم بها...(۱۱)

علامہ موصوف نے **وذلك لايسقط حق طلب الإمام** کہہ کر اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ اموال باطنہ سے زکوۃ کے حصول کا سرکاری حق ختم نہیں ہوتا۔

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب الخلاصۃ لکھتے ہیں:

"الزكوة بأنواعها التي يأخذها الإمام سواء كانت زكوة أموال ظاهرة أم باطنة من السوائم والزروع والنقود والعروض......"(۱۲)

مذکورہ نصوص سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اموال باطنہ سے امام کا حق بالکلیہ ختم نہیں ہوتا لہذا اگر امام مصلحت کی وجہ سے چاہے تو اموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرسکتا ہے۔

بینک اکاؤنٹس میں موجود رقم کی شرعی حیثیت:

بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں سے زکوۃ کی وصولی میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان اداروں میں موجود رقم اموال ظاہرہ میں داخل ہے یا اموال باطنہ میں؟ کیونکہ ان اموال کو اگر اموال ظاہرہ میں شمار کیا جائے تو پھر تو گورنمنٹ کا ان سے زکوۃ لینے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور اگر ان کو اموال باطنہ میں شمار کیا جائے تو پھر حکومت کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے ان سے زکوۃ وصول کرسکتی ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے دور حاضر کے محقق عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

"نقد روپیہ اور سامان تجارت اس وقت تک اموال باطنہ رہتے ہیں جب تک وہ پوشیدہ نجی مقامات پر مالکان کے زیر حفاظت ہوں، ایسے اموال کی زکوۃ وصول کرنے میں چونکہ ان نجی مقامات میں دخل اندازی کرنی پڑتی ہے اسلئے انہیں حکومت کی وصولیابی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، لیکن جب یہی اموال مالکان خود نجی مقامات سے نکال کر باہر لے آئیں، اور وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حکومت کے زیر حفاظت آجائیں تو وہ اموال ظاہرہ کے حکم میں آجاتے ہیں، اور حکومت کو ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار ہو جاتا ہے، گویا کسی مال کے اموال ظاہرہ میں شمار ہونے کے لئے دو بنیادی امور ضروری ہیں:

ایک یہ کہ وہ ایسے نجی مقامات پر رکھے ہوئے نہ ہوں جہاں سے ان کا حساب کرنے کے لئے نجی مقامات کی تفتیش کرنی پڑے، اور دوسرے یہ کہ وہ حکومت کے زیر حفاظت آجائیں۔ اگر اس معیار پر موجودہ بینک اکاؤنٹس کا جائزہ لیا جائے تو ان میں یہ دونوں باتیں پوری طرح موجود ہیں، ایک طرف تو وہ اموال ہیں، جنہیں ان کے مالکان نے اپنی حرز (حفاظت) سے نکال کر خود حکومت پر ظاہر کر دیا ہے، اور ان کے حساب میں نجی مقامات کی تفتیش کی ضرورت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ یہ اموال حکومت کے زیر حمایت ہی نہیں بلکہ زیر ضمانت آچکے ہیں، بالخصوص جب بینک سرکاری ملکیت میں ہیں اور ان کو جو سرکاری تحفظ حاصل ہے وہ عاشر پر گزرنے والے اموال کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے، اس لئے مجلس کی رائے یہ ہے کہ بینک اکاؤنٹس اور دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھے ہوئے اموال، اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں، اور حکومت ان سے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے"(۱۳)

اور اگر بالفرض ان بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں میں موجود رقم کو اموال باطنہ ہی کہا جائے تو تب بھی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی مصلحت کے تحت یا خاص ضرورت کی وجہ سے ان کی زکوٰۃ وصول کرے، جیسا کہ ماقبل میں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء کرام کے حوالے سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اموال باطنہ سے زکوٰۃ لینے کا حق بالکلیہ ساقط نہیں ہوا ہے بلکہ امام کو اب بھی یہ حق حاصل ہے۔

دور حاضر میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ غریب ہر طرف سے مصائب کا شکار ہے، سہولیات تو در کنار ہمارے وطن عزیز میں غریب عوام ضروریات سے بھی محروم ہیں، ہر طرف مہنگائی کا دور دورہ ہے، غریب کی آمدن اس کی ضروریات کی کفالت کے لئے ناکافی ہے، جبکہ دوسری طرف امیر طبقہ کے لوگ اپنی دولت کے نشے میں اتنے مست ہیں کہ ان کو غریبوں کی بدحالی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایسی صورتحال میں اگر حکومت ان مالیاتی اداروں سے خود زکوٰۃ وصول کرے تو غریبوں کی حالت سدھرنے کی امید کی جاسکتی ہے، بینک اکاؤنٹس کے اموال ظاہرہ ہونے کی صورت میں (جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی تحقیق ہے) تو کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر اسے اموال باطنہ بھی کہا جائے تب بھی فقہاء کی صراحت کے مطابق ضرورت کے وقت اموال باطنہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق حاصل ہے، اور مذکورہ بالا صورتحال ہی سب سے بڑی ضرورت ہے، لہٰذا حکومت کو ان مالیاتی اداروں اور بینک اکاؤنٹس سے زکوٰۃ کی وصول کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اور نیت:

مالیاتی اداروں سے اگر حکومت زکوٰۃ وصول کرے گی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ بھی دیگر عبادات کی طرح ایک عبادت ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی کے لئے بھی نیت کی ضرورت ہوگی، اور جب حکومت زبردستی وصول کریگی تو نیت مفقود ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہے کہ حکومت کا زکوٰۃ وصول کرنا خودبخود نیت کے قائم مقام ہوجاتا ہے، چنانچہ علامہ الموصلی رحمۃ اللہ علیہ "الاختیار" میں لکھتے ہیں:

"ومن امتنع من أداء الزكوة أخذها الإمام كرها،و وضعها موضعها لقوله تعالىٰ:﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ﴾"(۱۴)

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وفی مختصر الكرخی إذاأخذها الإمام كرها فوضعها موضعها أجزأ لأن له أخذ الصدقات فقام أخذه مقام دفع المالك..."(۱۵)

زکوٰۃ اور قرضہ جات:

موجودہ دور میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ قرضہ جات کا بھی ہے، بڑے بڑے سرمایہ دار لوگ کروڑوں روپے کے مقروض ہوتے ہیں، اور یہ قرضے عام طور سے وہ لوگ کاروبار ہی کی غرض سے لیتے ہیں، اب اگر ان کے ان قرضہ جات کو منہا کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان لوگوں پر زکوٰۃ واجب نہیں رہے گی، بلکہ بسا اوقات وہ خود مستحق زکوٰۃ بن سکتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرضوں کو منہا کیا جائے گا یا نہیں؟اس مسئلہ کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں تک قرضوں کے منہا کرنے کی بات ہے وہ متفقہ فیصلہ نہیں، بلکہ حضرات فقہاء کرام کا اس میں اختلاف رہا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں:

"اس سلسلہ میں فقہاء امت کے مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر طرح کے قرضے زکوٰۃ سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہیں، اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ سے نہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا قرض زکوٰۃ سے منہا نہیں ہو گا۔ (۱۶)

موجودہ حالات ایسے ہیں کہ جس کسی شخص نے اپنی ضروریات زندگی کے لئے کوئی قرض لیا ہو اس کو زکوٰۃ سے منہانہ کرنا اس شخص پر زیادتی ہو گی، البتہ یہ مسئلہ ہمیشہ اہل علم کے نزدیک زیر غور رہا ہے کہ آج کل بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی پیداواری اغراض کے لئے جو قرضے لیتے ہیں اگر ان سب کو منہا کیا جائے تو ان پر بعض صورتوں میں شاید زکوٰۃ کبھی بھی واجب نہ ہو، جو مقاصد شریعت کے بالکل خلاف ہے، اسلئے اگر ایسے قرضوں کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ زکوٰۃ سے منہا نہیں کئے جائیں گے تو یہ مناسب ہے۔

کیا بینک اکاؤنٹس قرضے ہیں؟

بینکوں سے زکوٰۃ کی وصولی کے بارے میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ جب کوئی آدمی بینک میں اکاؤنٹ کھولتا ہے تو گویا وہ اپنے پیسے بینک کو قرض دیتا ہے، یہی وجہ ہوتی ہے کہ اگر بینک جل جائے یا کسی اور مالیاتی حادثہ کا شکار ہو جائے تو کاؤنٹ ہولڈر کی رقم پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم بینک کے ذمہ اکاؤنٹ ہولڈر کا قرض ہوتا ہے، اور قرضوں کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ جب تک وہ اصل مالک کو واپس نہ ملے اس وقت تک ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی، تو جب حکومت بینکوں سے زکوٰۃ وصول کریگی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گورنمنٹ زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے سے پہلے وصول کر رہی ہے، جو کہ کسی بھی طریقہ سے درست نہیں ہے، اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دائن کو مال واپس ملنے سے پہلے آیا اس پر اس مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب مطلق نفی میں دینا درست نہیں، بلکہ نصوص میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین (قرض) کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایسا دین جس کا ملنا یقینی ہو۔

۲- ایسا دین جس کا ملنا یقینی نہیں بلکہ مظنون ہو۔

چنانچہ امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

"زَكُّوا مَا كَانَ فِي أَيْدِيكُمْ، وَمَا كَانَ مِنْ دَيْنٍ فِي ثِقَةٍ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَا فِي أَيْدِيكُمْ وَمَا كَانَ مِنْ دَيْنٍ ظَنُونٍ فَلَا زَكَاةَ فِيهِ حَتَّى يَقْبِضَهُ " (۱۷)

اس روایت سے مذکورہ بالا دونوں قسمیں معلوم ہوتی ہیں۔ جہاں تک قسم اول کے دین کا تعلق ہے سو اس کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہے، کیونکہ اس کا ملنا یقینی ہے۔ حضرت عبد الرحمان بن عبد القاری جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المال کے نگران تھے' فرماتے ہیں۔

"كَانَ النَّاسُ يَأْخُذُونَ مِنَ الدَّيْنِ الزَّكَاةَ، وَذَلِكَ أَنَّ النَّاسَ إِذَا خَرَجَتِ الْأَعْطِيَةُ حَبَسَ لَهُمُ الْعُرَفَاءُ دُيُونَهُمْ وَمَا بَقِيَ فِي أَيْدِيهِمْ أُخْرِجَتْ زَكَاتُهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضُوا ......" (۱۷)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس قسم کے دیون کے بارے میں مسلک یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے ان سے زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی، کیونکہ اگرچہ ان کا ملنا یقینی ہے پھر بھی کسی نہ کسی حد تک اس میں نہ ملنے کا احتمال موجود ہے، لہٰذا وہ اس قسم اول کو قسم دوم پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی قبضہ سے پہلے واجب نہیں ہوتی۔

چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الآثار" میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں: ((أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ فَيَقْبِضُهُ، قَالَ: «يُزَكِّيهِ لِمَا كَانَ مَضَى»)) (۱۸)

لیکن موجودہ دور کے بینک اکاؤنٹس کے بارے میں اگر غور کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ قسم اول کے دیون میں شامل ہے بلکہ اس کا یقینی ہونا اور بھی زیادہ واضح ہے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بینک اکاؤنٹس کے یقینی ہونے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"جب ہم اس نکتہ نظر سے بینک اکاؤنٹس کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ دین ہونے کے باوجود اس معاملہ میں دوسرے عام دیون سے ممتاز نظر آتا ہے، جس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- عام قرضوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ مقرض کے قبضہ سے نکلنے کے بعد ان پر مقرض کا کوئی تصرف باقی نہیں رہتا، بلکہ وہ مقروض کے رحم و کرم پر ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے اسے ادا کرے، اس کے برعکس بینک اکاؤنٹس میں مقرض کے طلب کرنے پر فوری ادائیگی نہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور یہ بینک کی طرف صرف زبانی اقرار نہیں ہوتا بلکہ بینکوں کا مسلسل بلا تخلف طرز عمل یہی ہے، جس کے بغیر بینک چل ہی نہیں سکتے، لہٰذا یہ قرض کی وہ قسم ہے جس میں مقرض اپنی رقم جب چاہے فوراً بلا تخلف واپس لے سکتا ہے، اور عملاً وہ ایسے ہی قابل اعتماد ہے جیسے اپنی تجوری میں رکھی ہوئی رقم، بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ تجوری کی رقم میں ہلاک ہونے کا خطرہ ہے لیکن بینک اکاؤنٹ میں ایسا خطرہ نہیں ہے۔

۲- بینک اکاؤنٹس میں رکھی ہوئی رقم پر ہر اکاؤنٹ ہولڈر ٹھیک اسی طرح تصرف کرتا ہے، جس طرح اپنی الماری میں رکھی ہوئی رقم پر تصرف کرتا ہے، اس وقت تجارت کا سارا کاروبار بینک اکاؤنٹس ہی پر چل رہا ہے، اور بیشتر ادائیگیاں بینک ہی کے ذریعے ہوتی ہیں۔

۳- عرف عام میں بھی بینک میں رقم رکھوانے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا کہ اس نے یہ رقم کسی کو قرض دیدی ہے، بلکہ وہ اسے اپنی ہی رقم سمجھتا ہے، اور اسکے ساتھ اپنی رقم ہی کا سا معاملہ کرتا ہے، جب کوئی شخص اپنے حاضر و غائب مال کی فہرست بناتا ہے تو بینک اکاؤنٹس کو مال حاضر میں شمار کیا جاتا ہے، مال غائب میں نہیں۔

۴- عام قرضوں کا حال یہ ہے کہ معاہدہ قرض کا محرک مستقرض ہوتا ہے، لیکن یہاں محرک مقرض ہوتا ہے، اور اس کا اصل منشا قرض دینے کے بجائے اپنے مال کی حفاظت ہوتا ہے [۱۹]۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس ساری صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرکے زکوٰۃ وصول کی جائے تو یہ مناسب ہے، اور اس صورت میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مخالفت بھی لازم نہیں آتی، کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس احتمال کی وجہ سے کہ ممکن ہے کہ وہ دین واپس نہ ملے، یہ قول اختیار فرمایا تھا، اور موجودہ بینک اکاؤنٹس (جیسا کہ ظاہر ہے اس وقت نہیں تھے) میں یہ احتمال بالکل نہیں ہوتا لہٰذا اس صورت کو اختیار کرنے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مخالفت نہیں ہوگی۔

مذکورہ بالا بحث و تمحیص کو دیکھتے ہوئے اس بات کا کھلے عام ثبوت ملتا ہے کہ دولت کا چند افراد کے ہاتھوں میں رہنا کسی طرح مناسب نہیں، جبکہ اسلام کا نظام مالیت اس بات کا متدعی ہے کہ مال و دولت سب کے لئے یکساں مفید ہو، اور مذکورہ بالا دلائل سے بھی یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ادائے زکوٰۃ کا فریضہ اگر تمام اہل ثروت صحیح طریقہ سے ادا کریں، تو تعلیمات اسلامیہ کے مطابق ہر آدمی مکمل طور پر فیض یاب ہو سکتا ہے۔ اور اگر اہل ثروت خود اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہوں تو مذکورہ بالا تحقیق کے نتیجے میں حکومت وقت کو یہ حق حاصل ہے کہ خود تغلباً ان سے زکوٰۃ وصول کرکے مستحقین میں تقسیم کرے، اسی طرح جدید مالیاتی اداروں اور بینکوں میں موجود رقم سے بھی گورنمنٹ خود زکوٰۃ وصول کرکے مصارف میں لگائے اس سے نہ صرف یہ کہ ایک امر خداوندی کی بجاآوری ہوگی بلکہ یہ امر ملکی معیشت کے استحکام کے لئے ایک اہم پیش رفت ثابت ہوگا۔ واللہ اعلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حواشی وحوالہ جات

۱) سورۃ المعارج:۲۴

۲) ابن عاشور التونسی، محمد الطاہر، التحریر والتنویر المعروف بتفسیر ابن عاشور مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت، ص:۷/۹۰

۳) ابن عادل الحنبلی الدمشقی النعمانی، ابو حفص سراج الدین عمر بن عادل، تفسیر اللباب فی علوم الکتاب، ص:۱/۱۵

۴) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، ص : ۴/۹۷

۵) سورۃ التوبۃ:۱۰۳

۶) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر بیروت، ص:۲/۱۶۲

۷) البابرتی، محمد بن محمد ، العنایۃ شرح الہدایۃ، ص:۲/۵۳

۸) الشنقیطی، محمد بن محمد المختار، شرح زاد المستنقع، ص:۸/۹۰

۹) ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، الحاوی فی فقہ الشافعی، ص: ۳/۳۸۹

۱۰) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر بیروت، ص:۳/۴۷۸

۱۱) الموصلی البغدادی، عبد اللہ بن محمود بن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، دار الکتب العلمیۃ ، ص:۱/۱۰۷

۱۲) علی بن نایف الشحود، الخلاصۃ فی احکام الذمۃ،، ص: ۱/۲۵۷

۱۳) العثمانی، المفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلشر، ص:۲/۷۳

۱۴) الموصلی البغدادی، عبد اللہ بن محمود بن مودود، الاختیار لتعلیل المختار، دار الکتب العلمیۃ، ص:۱/۱۱۱

۱۵) ابن عابدین حاشیہ رد المحتار، طبع: دار الفکر للطباعۃ والنشر، ص:۲/۲۹۰

۱۶) العثمانی، المفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلشر، ص:۲/۷۳

۱۷) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، ص:۴/۱۵۰

۱۸) البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد، ص:۴/۹۷

۱۹) امام ابو یوسف، کتاب الآثار، باب الزکوۃ، دار الکتب العلمیۃ ، ص:۱/۸۸

****

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com